مکاتیب مولانا سید ابوالاعلیٰ مودودی بہ نام معین الدین عقیل

معین الدین عقیل*

اسکول ہی کے زمانہ طالب علمی میں (١٩٥٣ء تا ١٩٦٣ء) قومی اخبارات کے ذریعے ملکی سیاست اور پُر ہنگام سیاسی حالات و نشیب و فراز میں اس حد تک کشش و جاذبیت تھی کہ ایک کم عمر اور ناپختہ ذہن و تجربے کا حامل مجھ جیسا طالب علم بھی ملکی سیاسی کش مکش اور جیسے تیسے انقلابات کی خبروں کو اپنی استعداد کی حد تک سُن اور سمجھ سکتا تھا۔ ان ہی دنوں مختلف سیاسی اور قومی جماعتوں اور قائدین و رہنماوں میں مولانا سید ابوالاعلیٰ مودودی کا نام اور جماعت اسلامی کی ملکی سیاست میں شرکت اور جدوجہد کے بارے میں اخبارات میں بھی بہت کچھ آتا رہا اور گاہے اس کے جلسے جلوسوں کا احوال اور ان کے مناظر بھی ہر ایک کی توجہ ضرور حاصل کرلیتے تھے۔ اس زمانے میں گھر کے قریب کسی گلی کوچے یا بازار میں جماعت اسلامی نے کتب خانے قائم کر رکھے تھے جن میں میرے لیے ایک کشش ہوتی اور گاہے شام کا کچھ فاضل وقت میں اپنے ایک قریبی کتب خانے میں گزارتا اور وہاں موجود اپنے ذہن و سطح کے مطابق موجود کتابوں میں دل چسپی لیتا اور اگر موقع ہوتا تو انھیں بہ صد شوق پڑھتا۔ اس زمانے میں گلی کوچوں میں ایک آنہ لائبریری بھی ایک وسیع تر تسکین کا سبب ہوتی تھی جہاں مقبولِ عام ادب اور تازہ تر ہلکی پھلکی کتابیں وافر مل جاتی تھیں اور قلب و ذہن کی تسکین کا باعث بنتیں۔ لیکن جماعت اسلامی کی قائم کردہ محلہ لائبریریاں دینی و مذہبی کتابوں کے لیے وہیں اپنی جگہ مطالعے کی مفت سہولت فراہم کرتیں اور وہاں کا پُرسکون ماحول اپنے میں ایک خاص کشش کا حامل رہتا اور مطالعے کی تحریک بھی پیدا کرتا رہتا۔ پھر کالج اور یونی ورسٹی کے طالبِ علمی کے عہد نے کچھ آگے بڑھ کر اسلامی جمیعتِ طلبہ اور اس سے منسلک طلباء سے اور ساتھ ہی جماعت اسلامی کے مقامی قائدین سے بھی متعارف ہونے کا موقع فراہم کیا۔ اس عہد کی مناسبت سے ان سب کی شائستگی اور علم و ادب سے ان کی دل چسپی نے خود کو ان سے قریب ہونے یا قریب رہنے کے متعدد بہانے فراہم کردیے جس کے ذیل میں یہ سلسلہ وسیع تر اور مضبوط تر ہوتا رہا۔

ایم اے اردو کے میرے آخری سال جب اپنی دل چسپی اور ذوق و شوق کے تحت مجھے اپنے نصاب کی تکمیل کے لیے مقالہ لکھنے کی اجازت ملی تو میں نے موضوع سے اپنے خاص ذوق کے مطابق تحریک پاکستان کا لسانی

---

* سابق صدر، شعبہ اردو، جامعہ کراچی، مقیم کراچی

پس منظر[۱] منتخب کیا تھا اور یوں ایک سبب پیدا ہوا کہ میں جنوبی ایشیا میں مسلمانوں کی تہذیب و تاریخ اور سیاسی و قومی ارتقا اور اسلامی تحریکوں کا بالاستیعاب مطالعہ کر سکوں اور نتائج اخذ کر سکوں۔ اس مقالے کو لکھنے کے دوران تحریکِ پاکستان، اس کے محرکات اور اسباب و پس منظر کے ساتھ ساتھ اسلامی تحریکات اور ان سے منسلک علماء اور قائدین و رہنماؤں کے افکار و خیالات، مسالک، نظری اختلافات و اتفاقات اور ان کی جدوجہد کی انفرادی اور اجتماعی نوعیت کو بھی پڑھنے اور سمجھنے کے مواقع میسر آئے۔

یہ ۱۹۶۹ء اور ۱۹۷۰ء کا پُر ہنگام سیاسی زمانہ تھا جب ملک میں قومی انتخابات سر پر تھے اور سارا ملک سیاسی اضطراب اور ہلچل و کش مکش سے دوچار تھا۔ اس قسم کی صورت حال میں ایک دوسری کش مکش بھی ملک میں اس زمانے میں عروج پر تھی اور وہ کش مکش اسلام اور اشتراکیت کے تعلق سے تھی کہ ایک طبقہ اسلام اور اشتراکیت کو باہم قدرے ایک ہی سمجھتا تھا اور معاشرے میں اسی کے ملغوبے کو نافذ کرنے کے حق میں تھا اور دوسرا طبقہ جو علما اور مذہبی جماعتوں پر مشتمل تھا اس نقطۂ نظر کے خلاف اور اسلام کو اس کی اصل کے مطابق نافذ کرنے کے لیے پُر عزم تھا۔ اسی طبقے میں باہمی مسلکی و نظریاتی اختلافات بھی بہت نمایاں رہے۔ ان ہی میں علما اور ان کی جماعتوں کی طرف سے باہمی اختلافات کے ضمن میں ایک طبقہ جماعت اسلامی اور مولانا مودودی کے خلاف بھی تھا جس کا اصرار تھا کہ مولانا مودودی اور جماعت اسلامی نے قیامِ پاکستان کی مخالفت کی تھی۔ اس وقت قومی انتخابات کے دوران بہ طور سیاسی حریف انتخابات میں ہرانے کے لیے مولانا مودودی اور جماعت اسلامی کی مخالفت نے شدت اختیار کر لی تھی، چناں چہ اس وقت یہ بحث قومی سطح پر جلسے جلوسوں میں اور ذرائع ابلاغ و صحافت میں بہت نمایاں رہی۔ چوں کہ اسی زمانے میں راقم الحروف نے یونی ورسٹی سے فراغت حاصل کی تھی، اپنا ایم اے کا مقالہ مکمل کر کے یونی ورسٹی میں پیش کر دیا تھا اور ایک خاموش تماشائی کے طور پر ملکی سیاسی کش مکش اور نظریاتی و سیاسی بحث مباحثوں کو بھی دیکھ اور سن رہا تھا، قومی سیاست اور علما و سیاسی جماعتوں کا نظریاتی اختلاف سامنے تھا، جماعت اسلامی اور مولانا مودودی کے تعلق سے غلط فہمیوں اور غلط بیانیوں کا سلسلہ دراز تھا، اس لیے میں نے سوچا کہ اپنے مطالعے کی حد تک ان غلط فہمیوں اور غلط بیانیوں کے ازالے کی کوشش ہونی چاہیے تاکہ فراموش شدہ یا نظروں سے اوجھل حقائق سامنے لائے جانے چاہئیں لہٰذا میں نے ایک مختصر کتاب تحریک پاکستان اور مولانا مودودی[۲] لکھنے کا ارادہ کیا اور اس موضوع کے تعلق سے اپنے مطالعے اور متعلقہ مآخذ کو سامنے رکھ کر ایک مختصر سی کتاب لکھ کر شائع کروائی۔ اس کتاب کی اشاعت کے بعد میں نے اس کا ایک نسخہ مولانا مودودی کی خدمت میں ارسال کیا جس کے جواب میں مولانا نے اس کتاب کی رسید میں جو کرم نامہ مورخہ ۲۸/ جون ۱۹۷۱ء کو ارسال فرمایا وہ ذیل میں نقل ہے۔ اس کے بعد میری ایک کتاب، میر اپی ایچ

ڈی کا مقالہ: تحریک آزادی میں اردو کا حصہ[۳] شائع ہوا تو میں نے اسے بھی ملاحظے کے لیے مولانا مودودی کی خدمت میں ارسال کیا، تو اس کے جواب میں مولانا نے جو رسید ارسال فرمائی وہ بھی ذیل میں نقل ہے۔

دسمبر ۱۹۷۸ء میں تنظیم اساتذہ پاکستان کا سالانہ اجلاس پنجاب یونی ورسٹی میں منعقد ہوا تھا، جس میں ملک بھر سے اس کے اراکین اور مندوبین نے اس میں ایک خاصی بڑی تعداد میں شرکت کی تھی۔ میں نے بھی اس میں کراچی سے اپنے چند دوستوں کے ساتھ لاہور جاکر اس تقریب میں شرکت کی۔ اس موقع پر ہم چند دوستوں نے طے کیا تھا کہ ہم کسی طرح وقت نکال کر مولانا مودودی کی قیام گاہ جاکر ان سے ملاقات کریں گے، چناں چہ ہم اس تقریب کے دوسرے دن شام میں اچھرا جاکر مولانا مودودی کی خدمت میں حاضر ہوئے اور تقریباً ڈیڑھ گھنٹے تک اس محفل میں شریک رہے جو اس وقت ان کے عقیدت مندوں سے گفتگو کے لیے وقف تھی۔ مجھے یہ سعادت حاصل رہی کہ مولانا کے قریب ہی ان کے بائیں جانب مجھے نشست ملی تھی اس لیے جب تعارف کا موقع میسر آیا تو میں نے ان کے قریب جھک کر ان کے ایک خط کا شکریہ ادا کیا جو انھوں نے میری ایک تازہ کتاب تحریک آزادی میں اردو کا حصہ کی رسید میں مجھے ارسال کیا تھا۔ مولانا کو میری وہ کتاب یاد تھی۔ اس گفتگو کے دوران انھوں نے یقیناً ازراہِ شفقت میری اس کتاب کی تعریف کی جو ظاہر ہے میری حوصلہ افزائی کے لیے تھی۔ پھر بھی مجھے بہت خوشی ہوئی تھی کہ مولانا کو میری کتاب اور اس کا عنوان اور اس کا موضوع خوب یاد تھا۔ یہ مولانا سے میری پہلی اور آخری ملاقات تھی۔ اس ملاقات میں مولانا کے جس خط یا رسید کا ذکر ہوا ہے وہ بھی ایک سابقہ خط کے ساتھ ذیل میں نقل ہے:

(۱)

ابوالاعلیٰ مودودی

فون نمبر: ۲۵۰۷ — حوالہ: 1696

۵۔اے ذیلدار پارک، اچھرا — مورخہ: 28-6-71

لاہور-۱۲ (پاکستان)

محترمی و مکرمی السلام علیکم ورحمۃ اللہ

آپ کا عنایت نامہ ملا۔ آپ کی کتاب کے دو نسخے بھی موصول ہو گئے ہیں۔ مجھے افسوس ہے کہ بیماری کی وجہ سے اس کو پوری طرح نہیں دیکھ سکا۔ سرسری طور پر نگاہ ڈال سکا ہوں۔ آپ نے اس کام میں جو محنت کی ہے، اس کی اللہ تعالیٰ آپ کو جزائے خیر دے۔

خاکسار

ابوالاعلیٰ

(۲)

ابوالاعلیٰ مودودی — فون نمبر: ۲۵۰۷

حوالہ: 1696

۵۔اے ذیلدار پارک، اچھرا — مورخہ: 71-6-28

لاہور-۱۲ (پاکستان)

محترمی و مکرمی — السلام علیکم ورحمۃ اللہ

آپ کی گراں قدر کتاب تحریک آزادی میں اردو کا حصہ اور پمفلٹ تحریک پاکستان اور مولانا مودودی دونوں دستی موصول ہوئیں۔ اس زحمت کے لیے شکر گزار ہوں۔ انشاللہ فرصت کے اوقات میں آپ کی کتاب سے استفادہ کروں گا۔

خاکسار

ابوالاعلیٰ

حوالہ جات:

۱۔ غیر مطبوعہ مقالہ، برائے تکمیل امتحان، ایم اے، شعبہ اردو کراچی یونی ورسٹی، ۱۹۶۹ء؛ میں نے اس مقالے کو جو قریباً تین سو صفحات پر مشتمل تھا، شائع کروانے کی کوشش نہیں کی اس کے بیش تر مباحث میرے اگلے مقالے برائے پی ایچ ڈی بہ عنوان: تحریک آزادی میں اردو کا حصہ میں شامل ہو گئے تھے، جو ۱۹۷۶ء میں انجمن ترقی اردو کراچی سے شائع ہو گیا تھا۔

۲۔ شائع کردہ: مکتبہ خیالِ نو، کراچی، ۱۹۷۱ء

۳۔ بہ مناسبت صد سالہ تقریبات قائداعظم، شائع کردہ: انجمن ترقی اردو، کراچی، ۱۹۷۶ء

Abstract

This brief article presents unpublished letters of Maulana Syed Abul A'ala Maududi in which Maulana sent receipts to the writer who had sent him his books and a pamphlet *Tehreek-e Pakistan and Maulana Muadudi* (The Pakistan Movement and Maulana Maududi). The letters show that Maulana was unwell when the letters sent. Maulana could not find time to read the books sent him to study. It also contains introductory remarks where the writer mentioned background of the letters and his starting intellectual life in which the influence of Maulana Maududi's influence was noticeable. The writer shared experience of meeting Maulana at his residence at Lahore, Ichhra.

Keywords: Maulana Maududi, unpublished letters.